جدید ایرانی نثر

(ڈاکٹر آفتاب اختر)
استاد شعبۂ فارسی واردو جی۔ایف۔ڈگری کالج شاہجہانپور (آگرہ یونیورسٹی)

جدید ایرانی نثر کی ترقی میں انقلابِ ایران کا بیشتر ہاتھ ہے۔کیوں کہ انقلابِ ایران کے زیراثر ہی پرانی نثر کی لغات اور اس کی طرزِ نگارش اور اسلوبِ بیان میں تبدیلی ہوئی ہے اور جدید ایرانی نثر قدیم نثر کے مقابلہ میں صنایع لفظی و معنوی سے پاک ہوتی ہے۔اس تغیر کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ایرانی نثر نگار پرانی خوبیوں کو سمیٹنے سے برتنے کے اہل نہیں تھے۔بلکہ انھوں نے یہ قدم محض اپنی نثر کو قدما رو متبعین کے جادے سے ہٹا کر بناوٹی آرائشوں سے پاک کرنے کے لئے اٹھایا تھا۔ان کا خیال تھا کہ فارسی نثر کو اتنا عام فہم بنا دیا جائے کہ عوام اسے زیادہ آسانی سے سمجھ سکیں اوران کی نثر موجودہ سماج کے نئے ابھرتے ہوئے تقاضوں کے موافق بن کر زیادہ اثر آفریں ہو جائے۔

جدید نثر نگاروں کو اس کوشش میں بلاشبہ مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تھا کیونکہ ان کے سامنے تصوف، حکمت اور تاریخ جیسے محدود موضوع ہی تھے۔تکنیکی علوم و فنون کی اصطلاحات بھی حسبِ ضرورت نہیں تھیں۔اس لئے انہیں اپنے خیالات کو انہیں محدود راہوں، بندشوں اور پابندیوں کا اسیر ہو کر تحریر کرنا پڑتا تھا۔چنانچہ انہیں اس کمی کو پورا کرنے کے لئے دوسری یورپی وغیر یورپی زبانوں کے الفاظ و فرہنگ اور اصطلاحات مستعار لینے کے لئے مجبور ہونا پڑا تھا۔اس ضمن میں ایرانی وزارتِ فرہنگ نے بہت مدد کی اور

حکومت کی سرپرستی میں ایک ایسی انجمن کی تشکیل عمل میں آئی جس نے نئی اصطلاحات و الفاظ وضع کر کے نئی نثر کی تشکیل و تعمیر میں ان کا ہاتھ بٹایا۔

قومی تحریک کے براہِ راست اثر سے ایرانیوں میں جدیدیت کا ایسا شدید جذبہ پیدا ہوا کہ انھوں نے عربی زبان سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور عربی لغات و فرہنگ کو بڑی بے رحمی سے نکالنا شروع کیا۔ مگر فرانسیسی، انگریزی، روسی، جرمن اور ترکی الفاظ و اصطلاحات کو معمولی تغیر کے ساتھ اپناتے بھی رہے لیکن تھوڑے ہی عرصے میں ایرانیوں میں علما و فضلا کی ایک ایسی جماعت بھی وجود میں آگئی جو ان کی اس روش کی مخالف تھی۔ اس سلسلے میں عبدالوہاب قزدینی کا نام سرِفہرست ہے جنھوں نے ایرانیوں کی اس روش کی بڑی شد و مد سے مخالفت کی تھی۔

قزدینی کا خیال تھا کہ ایرانی جب اپنی زبان سے عربی کے مستعمل الفاظ و فرہنگ کو خارج کر رہے ہیں۔ تو انہیں دوسری زبانوں کے ساتھ بھی یہی رویہ اختیار کرنا چاہئے کیوں کہ دوسری زبانوں کے الفاظ و فرہنگ اور اصطلاحات وغیرہ بھی عربی ہی کی طرح غیر ملکی ہیں جب دوسری زبانوں کے نامانوس، اجنبی اور غیر مستعمل الفاظ وغیرہ تو اپنانے میں کوئی عار نہیں تو آخر بے چاری عربی ہی نے کیا قصور کیا ہے جب کہ وہ ایرانی تہذیب و تمدن میں ہر طرح رچ بس چکی ہے لیکن قزدینی اور ان کے ہمنواؤں کی سخت مخالفت کے باوجود ایرانی علما و ادبا اپنے ادب سے عربی کے خزانے کو غیر ملکی سمجھ کر نکالتے رہے۔ عربی بیزاری کے پسِ پشت غالباً ان کے قومی کٹرپن کا جذبہ کارفرما تھا۔ جو عربوں کے فاتحانہ تسلط کی وجہ سے ان کے دلوں میں پیدا ہوا تھا۔ اور وہ عربی کی خوبیوں تک سے بیزار ہو گئے تھے۔

ایرانی نثر کی جدید تشکیل میں مذکورہ عناصر کے علاوہ ایرانی صحافت کا بھی بہت زیادہ ہاتھ ہے۔ جدید نثر کو پروان چڑھانے، ترقی دینے اور نکھارنے میں بیشتر

ایرانی اخبارات کا ہی دخل ہے جو روزانہ سیکڑوں کی تعداد میں نئے الفاظ و اصطلاحات دوسری زبانوں سے مستعار لے کر اپنے خزانہ کو لامحدود بنا رہے تھے۔ اور آج بھی اس مستحسن عمل میں مشغول ہیں۔

جدید ایرانی نثر میں یورپی زبانوں کے الفاظ و محاورات اور اصطلاحات وغیرہ کے عمل دخل کی وجہ یہ ہے کہ قاچاری بادشاہت کی سختیوں اور پابندیوں کی وجہ سے فارسی اخبارات بیرونِ ایران سے نکلنا شروع ہوئے تھے۔ تاکہ وہ ملکی سخت گیری سے آزاد رہ کر اپنی قومی آزادی اور حریّتِ فکر کے لئے جنگ کر سکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیرون ایران سے اخبارات شائع ہونے کی وجہ سے بیرونی زبانوں کا ایرانی نثر پر اثر غالب ہو تا گیا۔ اسی خیال کے پیش نظر ایرانی صحافت کو ایران میں نئی نثر کا موجد کہا جا رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ فارسی اخبارات نے اپنی زبان میں نئے تجربے کئے اور اسے عام فہم بنانے کے لئے برابر کوشاں رہے تاکہ فارسی نثر مختلف النوع موضوعات کو ادا کرنے پر پوری طرح قادر ہو جائے۔

ایرانی صحافت:- ایرانی صحافت کی ابتدا کیسے اور کہاں ہوئی؟ اس ضمن میں ایک اخبار "اخترِ ہفتگی" نظر آتا ہے جسے جدید فارسی نثر میں نکلنے والا سب سے پہلا اخبار قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کا مقام اشاعت استنبول تھا۔ ۱۸۷۵ء میں نکلنا شروع ہوا تھا۔ اور اپنی زندگی کے تقریباً بیس سال پورے کر کے بند ہو گیا تھا۔ اس کی اشاعت کے تقریباً پندرہ سال بعد ۱۸۹۰ء میں مرزا ملکم خان نے لندن سے "قانون" نکالنا شروع کیا تھا۔ اس کا شمار فارسی کے بہترین اخباروں میں اس لئے ہوتا ہے کہ اس کے ایڈیٹر کا طرز تحریر بہت دل چسپ اور رواں تھا۔ ایرانی صحافت میں اس کی تاریخی اہمیت ہے۔ اور اسے کسی بھی حالت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد ۱۸۹۲ء میں "حکمت" ۱۸۹۳ء میں کلکتہ سے "حبل المتین" ۱۸۹۵ء میں "ثریا" اور ۱۹۰۰ء میں "پرورش" نکلنا شروع ہوئے۔ مؤخر الذکر دو اخباروں کا مقام اشاعت قاہرہ تھا۔

انیسویں صدی کے آخر میں خود ایران سے فارسی اخبارات شائع ہونے کی ابتدا ہوگئی۔ اور ۱۹۰۷ء میں "صورِ اسرافیل" نکلنا شروع ہوا۔ اس کے بعد بیسویں صدی کے اوائل میں "مساوات" "طوفان" "مجلس" "ایران" "شرافت" "شفق سرخ" "ایرانِ نو" اور "نوبہار" وغیرہ کی باقاعدہ اشاعت شروع ہوگئی تھی۔ یہ اخبارات "انقلابِ مشروطیت ایران" کے نقیب تھے۔ اور عوام کی تکلیفوں کو حکومت کے کانوں تک پہنچانے کا اہم رول ادا کر رہے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب "انقلاب مشروطیتِ ایران" کی تحریک نے زور پکڑ لیا تھا اور شاہِ قاچار اور مجلس شوریٰ کے اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہونا شروع ہوگئی تھی۔

مذکورہ اخبارات اگرچہ اپنی قومی تحریک کو تقویت پہنچانے کے خیال سے نکالے گئے تھے تاہم انھوں نے اپنی ادبی شان و مقام کو برقرار رکھا۔ اخبارات کے شانہ بہ شانہ ادبی رسائل و جرائد بھی ترقی کی منزلیں طے کرتے رہے۔ ان میں صحافت کم اور ادبیت زیادہ ہوتی تھی۔ اگرچہ قومی تحریک کی حمایت میں یہ بھی صحافتی انداز سے ہی سرگرم تھے۔ لیکن ان میں شائع ہونے والے مضامین ادبی ہی ہوتے تھے۔ ان میں شائع ہونے والے مقالے، افسانے، ڈرامے اور فیچر وغیرہ ایک طرف قومی احساسات پر صیقل کا کام انجام دیتے تھے تو دوسری طرف زبان و بیان کے نئے نئے اسالیب اختیار کر کے اپنی نثر کے جدید ادبی خزانے کو مالا مال کر رہے تھے۔

یوسف اعتصامی کا "بہار" ملک الشعرا بہار کا "دانشکدہ" وحید دستگردی کا "ارمغان" ڈاکٹر افشار کا "آئندہ" سعید نفیسی کا "شرق" حسن تقی زادہ کا "کاوہ" حبیب یغمائی کا "یغما" اور حسین کاظم زادہ کا "ایران شہر" اپنی تحقیقی، علمی اور فلسفیانہ خدمات کی انجام دہی کے لئے بے حد مشہور رہے۔

ایرانی خواتین نے بھی کچھ جرائد کا اجرا کیا اور اپنی قومی بیداری قومی شعور کے علاوہ

ادبی صلاحیتوں کا برابر ثبوت پیش کرتی رہیں۔ ان کے مشہور رسائل میں "دختران ایران" "عالم نسواں" اور "علم و ہنر" کا شمار رہوتا ہے۔ ڈاکٹر رحمت مصطفوی کی زیرادارت نکلنے والے ہفت روزہ اخبار "روشنفکر" میں بھی خواتین سے متعلق دل چسپ مضامین آتے رہتے ہیں۔ جس کے قلمی معاونین میں مردوں کے ساتھ خود خواتین کی بھی اچھی تعداد موجود ہے

جدید ایرانی نثر کو معیاری حیثیت دینے میں تخلیقی کاوشوں کے ساتھ غیر ملکی زبانوں کے تراجم نے بھی نمایاں رول ادا کیا ہے۔ ایرانی نثر نگاروں نے تراجم کے سہارے نئی ایرانی نثر کو متمول بنانے کی بہت زیادہ کوشش کی اور دیکھتے دیکھتے مختلف علوم و فنون کا بیش بہا ذخیرہ اپنے دامن میں بھر لیا اور دنیا کی تمام اہم زبانوں کے ادبی شاہکاروں کو اپنے نثری خزانہ میں منتقل کرلیا۔

ترجمہ کی اہمیت کے پیش نظر ایرانی سرکار نے بھی ایرانی مترجمین کی بے حد سرپرستی کی۔ وزارت فرہنگ نے ترجمہ کے کام کو اعلیٰ پیمانے پر جاری رکھنے کے لئے ایسے علما و فضلا و ادبا کی جستجو بھی کی جو فرانسیسی، جرمنی، انگریزی اور روسی وغیرہ سے بخوبی واقفیت رکھتے تھے اس طرح کچھ ہی عرصہ میں جدید ایرانی نثر میں مختلف علوم و فنون، ادب و فلسفہ، تاریخ و سیاسیات اور سائنس و جغرافیہ سے متعلق موضوعات کا سمندر موجزن ہوگیا۔

اصناف نثر: ایران کے جدید نثری ادب کو ڈراما، ناول، افسانہ، تحقیق، تنقید، تاریخ اور سفرنامہ وغیرہ کے اہم شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں اہم اصناف نثر کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

ڈراما:- ایران کے ڈرامائی ادب کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہوسکا ہے کہ عہد صفوی میں اس سے ملتی جلتی ایک چیز "تعزیہ" کے نام سے موجود تھی۔ جسے شاہ عباس صفوی کے زمانہ میں ایام عشرہ کے دوران پیش کیا جاتا تھا۔ تاکہ عوام کے دلوں میں واقعہ کربلا کی یاد تازہ ہو جائے۔ موضوع اور پیشکش کے لحاظ سے "تعزیہ" کی اہمیت محض مذہبی

تھا اس لئے کسی حد تک اس کا شمار ڈرامہ کے محرک کے طور پر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اسے ڈراما کا ابتدائی نقش ماننے کا کوئی جواز نہیں ملتا۔ جہاں تک ایرانی نثر میں ڈراما کی ابتدا کا سوال ہے۔ اس کی جستجو اس وقت سے کرنا مناسب ہے جب "تعزیہ" کا رواج کم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ اور روسیوں نے ۱۸۴۵ء میں طفلس میں تماشہ خانہ کی بنیاد ڈال کر روسی تمثیلوں کے علاوہ دوسری یورپی زبانوں کی تمثیلیں پیش کرنا شروع کر دی تھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایرانی نثر میں ڈراما نگاری کی ابتدا اس وقت ہوئی تھی جب طفلس کے تماشہ خانہ کی کامیابی دیکھ کر مرزا فتح علی آخوند زادہ کے ترکی آذری میں تحریر کردہ چھ ڈراموں کو مرزا جعفر قراجہ داغی نے فارسی نثر میں منتقل کیا تھا۔ جعفر قراجہ داغی نے چونکہ ۱۸۷۱ء میں "ملا خلیل کیمیا گر" اور "حکیم نباتات" کا ترجمہ مکمل کر لیا تھا۔ اس لئے اسی سنہ کو فارسی ڈرامہ نگاری کی ابتدا کہنا مناسب ہے۔

انیسویں صدی کے آخر میں فن ڈرامہ نگاری کو باقاعدگی اس وقت حاصل ہوئی جب مرزا ملکم خاں نے روزنامہ "اتحاد" تبریز میں طنزیہ ڈراما نگاری شروع کی تھی۔ اور "تیاتر" نام کے ایک ہفتہ وار کی اشاعت بھی شروع ہو گئی تھی۔ اس کے بیشتر صفحات ڈراموں کے لئے وقف ہوتے تھے۔ اس میں چند ایسے ڈرامے بھی شائع ہوئے تھے جنھوں نے عصری حکومت کے مستبدانہ رویّہ کی وجہ سے عوام میں پھیلی ہوئی بے چینی دور کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگرچہ حکومتِ وقت کی پالیسی کے خلاف ہونے کی وجہ سے وہ اسٹیج تو نہ کئے جا سکے تاہم انھوں نے اپنی تحریری شکل ہی میں ایرانی عوام میں خاصی مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد ڈراما نگاری کا چلن سا ہو گیا۔ رضا شہر زاد کا لکھا ہوا ڈرامہ "پری چہرہ و پری زاد" تو اتنا مقبول ہوا کہ تقریباً چالیس بار اسٹیج کیا گیا۔ دوسری زبانوں کے ڈراموں کا ترجمہ بھی تیزی پکڑ گیا اور دیکھتے دیکھتے شیکسپیر کا "ہنری چہارم" اور دوسرے مشہور ڈرامے انگریزی سے فارسی میں منتقل ہو گئے۔ فرانسیسی سے مولیئر کے متعدد ڈرامے

بھی فارسی میں آ گئے۔ ترکی سے "ضحاک و فریدوں" کے تاریخی واقعات پر مبنی ایک ڈراما بھی فارسی نثر میں آگیا۔

مذکورہ بالا ترجموں کے علاوہ خود ایرانیوں نے بھی ڈرامے لکھے اور حسن مقدم کے "جعفر خاں از فرنگ آمدہ" مرزا ذبیح اللہ بیگ بہروز کے "شاہ ایران و بانوئے ارمن" اور میر زادہ عشقی کے "رستخیز" اور "بچہ گدا" بے حد مقبول و مشہور رہے۔

ناول وافسانہ: دنیا کے ہر ادب کی ابتدا قصہ کہانیوں اور ناقابل قیاس واقعات پر مبنی حکایتوں سے ہوتی ہے۔ ایران میں بھی افسانے اور طویل حکایتیں "کلیلہ و دمنہ" کی طرح جانوروں کی زبان میں بیان کی گئی ہیں یا "سکندر نامہ" اور "خمسہ نظامی" کی طرح خلاف عقل اور ناقابل قبول واقعات سے تیار کی گئی ہیں۔ ان داستانوں کا مقصد تفنن طبع کے سوا کچھ اور نظر نہیں آتا۔ ان داستانوں نے ایرانی سماج کی تعمیر و تشکیل میں کوئی خاص رول ادا نہیں کیا بلکہ اسے ہزاروں سال پرانی تہذیب کی طرف واپس لے جا کر چاروں طرف بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا۔ یہی نہیں ایرانی اذہان کی تعمیری و تخلیقی قوتوں کو کند کر دیا۔

ایران میں ۱۹۱۶ء سے قبل "الف لیلیٰ" اور "شرلاک ہومز" کے علاوہ کوئی اور اہم داستانی مجموعہ نظر نہیں آتا سب سے پہلے رومانی حکایت "عشق و سلطنت" نظر آتی ہے۔ جسے شعوری طور پر یورپی انداز میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ حکایت ۱۹۱۶ء میں مکمل ہو کر ۱۹۱۹ء میں ہمدان سے شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد دوسری اہم رومانی تصنیف "دا... یعنی انتقام خواہان مزدک" ہے جسے صنعتی زادہ کرمانی نے تحریر کیا تھا اور جو ۱۹۲۰ء میں بمبئی سے شائع ہوئی تھی ۱۹۲۱ء میں سید محمد علی جمال زادہ کی تصنیف "یکی بود و یکی نبود" برلن سے شائع ہوئی تھی۔ ان کے علاوہ میر محمد حجازی، صادق ہدایت، سعید نفیسی، حسین پرتو، مشفق کاظمی، ناصر خدایار، رحیم زادہ صفوی، جہانگیر جلیلی، موسیٰ نثری، محمد باقر خسروی، علی اصغر شریف اور بہار وغیرہ کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے جنہوں نے "بوف کور"، "سایۂ روشن"، "عزیزہ و غزال"، "گم کردہ ام"، "شمس طغرا"، "ہما"، "در راہ ہند"، "مکتب عشق"، "شہربانو"، "ستارہ"

در دوزخ" "ستارگانِ سیاہ" "نیرنگ سیاہ" اور "عشق و ادب" جیسے ناول اور "پیرِ شکستہ چشم"
"مادر زن" "مردے از صحرا" "آہنگ عشق" "نگہ ہائے جوراب" اور "خانۂ پدری" وغیرہ جیسی
کہانیاں جدید فارسی کے نثری ادب کو عطا کیں۔

تاریخ:۔ ایرانیوں میں ہمیشہ سے اپنی تاریخ کو قلم بند کرنے کا شوق رہا ہے۔ قدیم نثر میں
ایران قدیم کی لاتعداد مستند تاریخیں موجود ہیں۔ تاریخ نویسی کا یہ پرانا شوق آج بھی ایرانیوں
میں موجود ہے۔ جدید ایرانی نثر نگاروں نے تاریخ نویسی کے تمام ضروری اور مروجہ آداب و
اصول کی پابندی کرتے ہوئے اپنی تاریخوں کو مرتب کیا ہے۔ جدید ایرانی نثر میں تحریر کردہ اہم
تاریخی کتب میں حسین مکی کی "تاریخ ... سالۂ ایران" (تین جلدیں) سید حسن حلاج کی "تاریخ
نہضت ایران" سید احمد کسروی کی "تاریخ مشروطۂ ایران" ڈاکٹر مہدی ملک زادہ کی
"تاریخ انقلاب مشروطیت ایران" سعید نفیسی کی "پیشتر فتہائے ایران در عصر پہلوی" کو ہی
کرمانی کی برگی از تاریخ معاصر ایران مختاری کی تاریخ "بیداری ایران" اور کس حد تک مرزا محمد تقی
بہار کی "تاریخ انقراض قاجاریہ یا تاریخ مختصر احزاب سیاسی ایران" کا شمار ہوتا ہے

تحقیق و تنقید: ایرانی ادیبوں اور محققوں کو آزادی کے بعد جب بیرونِ ایران
جانے اور یورپی ادیبوں سے ملنے کے مواقع ملے تو انھوں نے جی کھول کر ان سے ہر ادبی موضوع پر
تبادلۂ خیالات کیا اور مغربی تہذیب و ادب کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہی حاصل کی۔
اس طرح بیرونی ممالک کے اثرات سے ایرانی ادیبوں کو تحقیق و تنقید کی نئی شمعیں روشن کرنے
کا موقع ملا۔ اور انھوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے یہاں علمی و تحقیقی کام کا آغاز جدید انداز
میں کر دیا۔ ان کے دلوں میں تحقیق و جستجو اور تنقید و تحلیل کا نیا ذوق پیدا ہو گیا۔ انھوں نے اپنے
ماضی کے ایسے گوہر ہائے آبدار کو جو ناقدری اور فراموشی کی خاک کے نیچے دب چکے تھے، دنیا
کے سامنے نئے رنگ و روپ میں پیش کرنا شروع کیا۔ ایرانی محققوں نے یورپی اثرات کے تحت
منضبط اصولوں کی بنیاد پر اپنی تحقیقات کا آغاز کیا۔ ادباء و شعراء کی مستند سوانح کی عرق ریزی
سے جستجو کی گئی اور الحاق، غلط اور غیر مستند واقعات کی سائنسی و منطقی تحقیق و تحلیل اور تنقید

کرکے منظرِ عام پر پیش کیا گیا

عبدالوہاب قزوینی کا شمار ایسے ہی بلند حوصلہ محققین میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر سرمایہ یورپ میں رہ کر سیکڑوں پرانی نادر اور کمیاب کتب اور مسودوں کی تحقیق و جستجو اور ان کی تصحیح و تدوین میں صرف کر دیا۔ قزوینی نے قیام یورپ کے دوران عوفی کے مشہور تذکرہ "لباب الالباب"، شمس قیس رازی کی تالیف "المعجم فی معاییر اشعار العجم" نظامی عروضی سمرقندی کا "چہار مقالہ" اور عطا ملک جوینی کی "تاریخ جہانکشا" (جلد اوّل و دوم) وغیرہ کو جدید معیار کے مطابق تصحیح کرکے شائع کرایا۔ آقائے عباس دوسرے عظیم محقق ہیں جنھوں نے "تاریخ ایران بعد از اسلام" جیسی ضخیم کتاب دنیائے ادب کے سامنے پیش کی۔ ملک الشعرا بہار نے عوفی کی جوامع الحکایات والروایات" "ترجمۂ تاریخ طبری" "تاریخ سیستان" اور "مجمل التواریخ والقصص" کو مرتب کیا اور رودکی کی زندگی پر "زندگانی رودکی" جیسی تحقیقی کتاب تحریر کی۔ یہی نہیں "شعر در ایران" اور "سبک شناسی" جیسی اہم تحقیقی و تنقیدی اور لسانی و علمی کتاب کو تین ضخیم جلدوں میں تحریر کیا۔ "سبک شناسی" اپنے موضوع کی جدّت اور رواں تحریر کی وجہ سے اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے۔ اس میں ایرانی زبانوں کی مختلف اقسام اور صورتوں وغیرہ کا ذکر بھی موجود ہے۔ ایرانی رسم خط کی ابتدائی تاریخ اور اس کے ارتقائی مدارج پر روشنی بھی ڈالی گئی ہے۔

تحقیقی و تنقیدی کام کے علاوہ دوسرے اہم موضوعات پر بھی برابر کام جاری ہے۔ "تعلیمی طریقۂ کار" اور "اصولِ اخلاق" جیسی کتابیں تک تحریر ہو رہی ہیں۔ مختلف فرہنگوں کی بھی تدوین ہو چکی ہے۔ ایرانی ادبیات کی تاریخیں بھی ادھر بہت لکھی گئی ہیں حقیقت یہ ہے کہ جدید ایرانی نثر میں بیسویں صدی کے تقریباً ہر علم و فن سے متعلق کام ہو چکا ہے اور نثری ادب کی تقریباً ہر صنف اپنی کیفیت و کمیت کے لحاظ سے اتنی مالدار ہو گئی ہے کہ آج دنیا کی دوسری زبانوں کی جدید نثر کے مقابلہ میں اُسے پیش کیا جا سکتا ہے۔